Al-Qalam القلم

p-ISSN: 2071-8683, e-ISSN: 2707-0077

Volume:26, Issue:2, 2021, pp. 176-193

علم اصول فقہ اور علوم عربیت میں تعلق: تحقیقی جائزہ

THE RELATION BETWEEN 'ILM UṢŪL FIQH AND ARABIC SCIENCES

Hafiz Muhammad Abdun Naseer Alavi

PHD Scholar,

Sheikh Zayed Islamic Center, Punjab University,

Lahore, Pakistan

KEYWORDS

'ILM UṢŪL FIQH, Arabic sciences, Uṣūliyyīn, Sharī ʿah.

Date of Publication:
20-11-2021

ABSTRACT

The Qurān and Sunnah have been revealed in Arabic. These are the two main sources of Islamic law. 'ILM UṢŪL FIQH is derived from these sources in order to know the rules and regulations regarding human life issues from the Qurān and Sunnah. To understand the Qurān and Sunnah, it is very important to know the Arabic language and 'ILM UṢŪL FIQH. Therefore, 'ILM UṢŪL FIQH has such a deep connection with Arabic and its sciences that some of Arabic linguistic issues have not been dealt with by Arabic linguists as deeply and meticulously as they have been described by Uṣūliyyīn. It has been declared obligatory for a mujtahid and an Islamic jurist to know Arabic and its sciences. Because no mujtahid and jurist can derive Sharī ʿah rules from the Qurān and Sunnah perfectly without knowing Arabic language.

تمہید

خطاب الٰہی یعنی قرآن و حدیث عربی زبان میں نازل ہوئے ہیں۔اس لیے علوم شریعت میں سے ہر ایک علم کا عربی زبان سے گہرا تعلق ہے،البتہ یہ تعلق ہر علم کے موضوعات کی مناسبت سے متفاوت ہے، کسی علم کا تعلق زیادہ اور کسی کا نسبتاً کم ہے۔جب کہ علم اصول فقہ کا موضوع خطاب الٰہی کے مطالب ومفاہیم کو سمجھانا اور مجتہد وفقیہ میں ان مطالب ومفاہیم کی تفہیم کے بعد استنباط احکام کا ملکہ پیدا کرنا ہے، اس لیے علم اصول فقہ کا عربی زبان سے تعلق دیگر علوم شریعت کے مقابلے میں زیادہ ہے۔علامہ جوینی فرماتے ہیں:**فإن الشريعة عربية ولن يستكمل المرء خلال الاستقلال بالنظر في الشرع ما لم يكن ريانا من النحو واللغة.**[1]شریعت عربی میں ہے اور انسان جب تک نحو اور لغت کی معرفت سے سیر نہ ہو تب تک وہ شریعت میں کامل غور وفکر ہر گز نہیں کر سکتا۔جبکہ علامہ زمخشری کہتے ہیں:**وذلك أنهم لا يجدون علما من العلوم الإسلامية فقهيا وكلامها وعلمي تفسيرها وأخبارها إلا و افتقاره إلى العربية بين.**[2]وجہ اس کی یہ ہے کہ اسلامی علوم میں سے کوئی بھی علم فقہ،کلام، علم تفسیر واحادیث ایسا نہیں پاتے کہ جس میں عربیت کی طرف واضح احتیاج نہ ہو۔عربی زبان کے ساتھ علم اصول فقہ کا تعلق علوم شریعت میں سب سے گہرا اس وجہ سے بھی ہے کہ علوم عربیت ان علوم میں سے ہیں جن سے علم اصول فقہ استفادہ کرتا ہے، بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ علم اصول فقہ کی اکثر مباحث کا تعلق لغوی سے ہے۔کیوں کہ علم اصول فقہ کا تعلق نصوص شرعیہ سے ہوتا ہے اور یہ نصوص شرعیہ عربی زبان میں نازل ہوئی ہیں تو یوں عربی زبان کا جاننا نصوص شرعیہ کو سمجھنے میں ریڑھ کی ہڈی کی سی حیثیت رکھتا ہے اور مجتہد و فقیہ کے لیے عربی زبان اور اس کے متعلقہ علوم کو سیکھنا از حد ضروری ہے۔

کتب اصول فقہ میں لغوی مباحث

یہی وجہ ہے کہ اصول فقہ کی کتب میں عربی زبان کے علوم اور ان کے مباحث کی کثرت ہے۔اصولیین کی کتب کے مطالعے سے ہم اس نتیجے پہ پہنچتے ہیں کہ اصولیین کی کتب میں لغوی مباحث دو طرح کے ہیں:

1-ایسے لغوی مباحث جن سے اہل لغت نے بحث کی ہے:لغوی مباحث کا ایک حصہ تو وہ ہے جن سے خود اہل لغت نے بحث کی ہے اور پھر اصولیین نے ان سے استفادہ کیا ہے۔ان مباحث میں سے ہی وہ مباحث ہیں جن کا تعلق لغات کی بحث اور مبادی لغات سے ہے۔جن میں لغت کی تعریف،اس کی اصل، ابتدا، وضع،اقسام، لفظ مفرد کی اقسام، لفظ مرکب کی اقسام، معرفت لغت کے طریقے، حقیقت ومجاز، اشتقاق، ترادف، اشتراک اور حروف معنی شامل ہیں۔اصولیین بالخصوص متکلمین کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنی کتب اصول فقہ میں ان مباحث کو نا صرف یہ کہ بیان کرتے ہیں بلکہ بہت زیادہ تفصیل سے ذکر کرتے ہیں۔بہت سے اصولیین نے ان مباحث کو تفصیل سے بیان کرنے پر نقد بھی کیا ہے۔جیسے امام غزالی، علامہ آمدی وغیرہ کے یہاں ہمیں ایسا نقد ملتا ہے۔بنیادی طور پر یہ نقد دو وجہ سے ہے:

1۔یہ وہ لغوی مباحث ہیں جن کا اصول فقہ سے تعلق نہیں ہے۔امام مازری کہتے ہیں:**مع العلم بأنه لا تمس الحاجة إليه، في النظر في الأصوليات، ولا يستعمل قانونا كليًا في شيء من الاستدلالات۔**[3] یہ

بات جانتے ہوئے کہ علم اصول میں غور وفکر کرنے کے لیے ان (لغوی مباحث) کی ضرورت نہیں، اور نہ ہی استدلالات کے میدان میں یہ بطور قانون کلی مستعمل ہیں۔

2۔ یہ مباحث دیگر علوم میں تفصیل سے موجود ہیں لہٰذا انہیں اصول فقہ میں بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔[4] رہی یہ بات کہ اصولیین نے ان مباحث کو اپنی کتب میں کیوں درج کیا ہے؟ تو اس کی یہ وجوہات معلوم ہوتی ہیں: ان لغوی مباحث پر نصوص کا سمجھنا موقوف ہے، اس لئے بعض اصولیین نے ان مباحث کو اصول فقہ کی عبارت کے ساتھ شامل کر لیا۔ اس رائے پر دو طرح کا نقد ملتا ہے:

1۔ اصولی قاعدہ کو کلی ہونا چاہیے۔ جبکہ ان مباحث میں ایسا نہیں ہے۔ مازری کہتے ہیں: فقہی مسائل میں ایک آدھ مسئلہ میں ہی کسی حرف یا لفظ کا حکم دیکھنے کی حاجت پیش آتی ہے، اس لیے انہیں یہاں درج کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیوں کہ یہ قانون کلی کی مانند نہیں۔[5]

2۔ اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ جس چیز پر بھی فقہی جزئیہ کی بنیاد ہو اسے اصول فقہ میں شمار کرنا چاہیے، یوں علم النحو، لغت، اشتقاق، تصریف، بیان، حساب، علم حدیث ان سب کو ہی کلی طور پر اصول فقہ میں شامل کرنا پڑے گا۔ امام غزالی اور بعض دیگر حضرات نے یہ بات کہی ہے کہ چونکہ اصولیین عربی زبان کے ماہر ہوتے ہیں اور عربی سے محبت کرنے کرنے کے درپے ہوتے ہیں، یہ محبت اور مہارت انہیں اس طرح کی مباحث کو شامل کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ فرماتے ہیں: جیسا کہ لغت اور نحو کی محبت نے بعض اصولیین کو جملہ نحو کو اصول کے ساتھ ملانے پر ابھارا، تو انہوں نے اس میں حروف کے معانی اور اعراب کو ذکر کر دیا حالانکہ وہ علم نحو کا خاصہ تھا۔[6] اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اصولیین نے اپنی کتب میں جو لغوی مباحث ذکر کیے ہیں وہ بعینہٖ وہی نہیں ہیں جنہیں اہل لغت ذکر کر چکے ہیں، وجہ اس کی یہ ہے اہل لغت اور اصولیین میں سے ہر ایک کا زاویہ نگاہ مختلف ہے۔ اہل لغت کا مطمع نظر متن لغت اور اس کے مفردات ہیں۔ نحوی الفاظ کے اعراب سے بحث کرتے ہیں، صرفی لفظ کے وزن اور اس کی تعلیلات کے درپے ہوتے ہیں، جب کہ اصولیین الفاظ کے معانی سے بحث کرتے ہیں۔

لغوی مباحث کا اصول فقہ کی کتب میں پائے جانے کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ اصولیین نے ان مباحث کو اہل لغت سے لے کر من وعن نقل کر دیا ہے بلکہ اصولیین کا انداز بحث اہل لغت سے الگ ہے۔ اصولیین لغت کی جن باریکیوں اور گہرائیوں کے درپے ہوتے ہیں اہل لغت اس کا ادراک نہیں کر پاتے۔ ابن سبکی لکھتے ہیں: اس جیسے اور دقائق جن سے اصولیین نے بحث کی ہے اور انہیں کلام عرب کے خصوصی استقراء سے اخذ کیا ہے، اسی طرح وہ مخصوص دلائل کہ علم نحو ان کا اقتضا ہی نہیں کر سکتا، یہ اور اس جیسی دیگر باتیں وہ ہیں جنہیں علم اصول فقہ ہی نے اپنے سر لیا ہے۔[7]

2-وہ لغوی مباحث جن سے صرف اصولیین نے بحث کی ہے: لغوی مباحث کی ایک کثیر تعداد ان مباحث کی ہے جن سے صرف اصولیین نے بحث کی ہے جیسے امر، نہی، عموم وخصوص اور مطلق ومقید وغیرہ کی مباحث، علامہ جوینی فرماتے ہیں: عربیت کے ائمہ کی نظر سے جو چیزیں اوجھل رہ گئیں اصولیین نے ان کی طرف توجہ کی، اور

جہاں ائمہ لغت کی بے پرواہی اور شریعت کے مقاصد کا ظہور؛ یہ دونوں چیزیں جمع ہو گئیں وہاں اصولیین کی توجہ بھی بڑھ گئی، اوامر، نواہی، عموم وخصوص اور استثناء کے مسائل میں کلام اسی قبیل سے ہے۔[8]

خود اہل لغت نے بہت سے مباحث لغت میں اصولیین کی کتب کی مدد لی ہے۔ احمد بن سبکی صیغہ امر کی دلالت فور اور عدم کی بحث میں لکھتے ہیں:**ومحل الحجاج على هذه المسألة أصول الفقه.**[9] اس مسئلے کے دلائل کی جگہ اصول فقہ ہے۔ علوی طالبی لکھتے ہیں: اس مسئلے کو ہم نے کتب اصول میں ثابت کیا ہے، وہی اس کی جگہ ہے، اس مسئلے کی تحقیق میں علوم بیان کا احاطہ کافی نہیں، بلکہ اس کا ایک دوسرا ماخذ ہے جو کہ علمائے اصول کے سپرد ہے۔[10] ابن سبکی نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اصولین لغت کی جن باریکیوں تک پہنچے ہیں اہل لغت ان کا ادراک نہیں کر سکے۔ وہ لکھتے ہیں: اصولیین نے کلام عرب کی بعض چیزوں کی تفہیم میں اتنی باریک بینی کی ہے کہ خوس نحاۃ اور اہل لغت بھی ان تک رسائی نہیں کر پائے۔ کیوں کہ کلام عرب بہت وسیع ہے، اور اس میں غور وفکر بھی شاخ در شاخ ہے۔ لغت کی کتابیں صرف الفاظ اور ان کے ظاہری معانی کو محفوظ کرتی ہیں، ان دقیق معانی کا احاطہ نہیں کرتیں جن کی ایک اصولی کی نظر محتاج ہوتی ہے اور جن میں لغوی استقراء سے بڑھ کر استقراء کی ضرورت ہوتی ہے۔[11]

علم اصول فقہ کا علوم عربیت سے تعلق

قرآن وسنت کی عربیت کی وجہ سے اصولیین نے تمام عربی علوم سے استفادہ کیا ہے۔ اصول فقہ کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہر عربی علم میں اضافہ جات کئے ہیں اور اسے اصول فقہ کے لیے کارآمد اور مفید بنایا ہے۔ ذیل میں ہم علوم عربیت میں سے چند علوم کا جائزہ پیش کرتے ہیں کہ علم اصول فقہ کے ساتھ ان کا تعلق کس نوعیت کا ہے:

علم اصول فقہ اور علم النحو

علم نحو میں کلمات کے آخر سے معرب اور مبنی ہونے کی حیثیت سے بحث کی جاتی ہے۔ تاش کبریٰ زادہ نے یوں تعریف کی ہے:**باحث عن أحوال المركبات الموضوعة وضعاً نوعياً لنوع نوع من المعاني التركيبية النسبية من حيث دلالتها عليها.**[12] (علم نحو) ان مرکبات موضوعہ کے ان احوال سے ان پر دلالت کے اعتبار سے بحث کرتا ہے جو نوعی اعتبار سے نسبی مرکب معانی کی کسی نوع کے لیے وضع کیے گئے ہوں۔ علم نحو تمام علوم کے لئے بمنزلہ آلہ ہے، معانی کے ادراک کے لئے یہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے کیوں کہ یہ الفاظ اپنے معانی پر بند ہوتے ہیں یہاں تک کہ علم نحو انہیں کھولتا ہے۔[13] علم نحو جہاں الفاظ کے آخر کو مناسب حرکات سے جوڑتا ہے وہیں اس معنی کو بھی بیان کرتا ہے جیسے لفظ مفرد، فعل، فاعل، مفعول حال یا تمیز ہونے کی حیثیت سے ادا کرتا ہے۔ جبکہ علم اصول فقہ میں مختلف مباحث ہیں کچھ کا تعلق دلائل شرعیہ کے ساتھ ہے اور کچھ کا حکم شرعی سے، کچھ کا تعلق اجتہاد اور تقلید سے ہے تو بعض کا تعلق الفاظ کی دلالتوں کے ساتھ ہے۔ الفاظ کے ساتھ اصولی نحویین جیسا برتاؤ نہیں کرتا، اصولی کی نظر مختلف تراکیب میں پروئے الفاظ کے ان معانی پر ہوتی ہے جن سے لغت کے الفاظ باہم مربوط کیے جاتے ہیں۔ اس طور کہ الفاظ کے وہ معنی جو ڈکشنری میں ہیں انہیں ان معانی کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے

جس معانی کو لفظ اس خاص ترکیب میں ادا کرنا چاہتا ہے۔[14] جبکہ نحوی الفاظ کے اعراب اور ان کے محل اعراب پر نگاہ رکھے ہوئے ہوتا ہے۔ کلمات کے اواخر کہ جن کے بدلنے سے معنی مختلف ہونے لگتے ہیں اس حیثیت سے علم اصول فقہ علم نحو پر انحصار کرتا ہے۔ البتہ علم اصول فقہ عربی حرکات تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ الفاظ کے معانی کے ادراک کے لیے علم نحو کو ایک زینہ بنالیتا ہے۔ اسی وجہ سے اصولیین اس شخص پر جو احکام شرعیہ کا استنباط کرنا چاہتا ہے اس پر یہ لازم کرتے ہیں کہ وہ نحو کا التزام کرے کیوں کہ وہ معانی کے ادراک کا رستہ ہے۔[15] غرض یہ کہ علم نحو اعراب کی راہ دکھلاتا ہے جبکہ علم اصول فقہ دلالت تک رہنمائی کرتا ہے۔

علم اصول فقہ اور علم الصرف

علم الصرف وہ علم ہے جس سے عربی الفاظ کی بناوٹ اور ان بناوٹوں کے احوال معلوم کیے جاتے ہیں۔ **فهو علم بأصول يعرف بها أحوال أبنية الكلمة التي ليست بإعراب ولا بناء.**[16] (علم صرف) وہ ان اصول کا علم ہے جن کے ذریعے کلمہ کی بناوٹوں کے ان احوال کو پہچانا جاتا ہے جو معرب اور مبنی ہونے کی حیثیت سے نہ ہوں۔ علم صرف حروف کی مختلف بناوٹوں اور ان بناوٹوں کے ڈھالنے کے طریقوں سے بحث کرتا ہے تاکہ معنی معلوم کیا جاسکے۔ نیز یہ کہ لفظ کو صحت کے اعتبار سے جو احوال درپیش ہیں ان سے بحث کرتا ہے۔ علم اصول فقہ اور علم صرف کا باہمی رشتہ یہ ہے کہ علم صرف کی توجہ مفرد الفاظ کی بناوٹ اور اصل اشتقاق کی طرف ہوتی ہے جبکہ علم اصول فقہ ان معانی کی تلاش میں ہوتا ہے جن پر وہ الفاظ دلالت کرتے ہیں۔ اسی لیے احکام شرعیہ کے استنباط کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ نحو کی طرح علم صرف کی معرفت بھی حاصل کرے۔

علم اصول فقہ اور علم المعانی

علم المعانی کی تعریف یوں کی گئی ہے: **هو علم يعرف به أحوال اللفظ العربي التي بها يطابق مقتضى الحال.**[17] علم معانی وہ علم ہے جس کے ذریعے عربی لفظ کے ان احوال کو پہچانا جاتا ہے جن کے ذریعے لفظ مقتضی حال کے مطابق ہوتا ہے۔ علم معانی اصول فقہ کے ساتھ عربی علوم میں سے سب سے زیادہ مضبوط تعلق رکھتا ہے۔[18] احمد بن سبکی کہتے ہیں: یہ بات جان لینی چاہیے کہ علم اصول فقہ اور علم معانی دونوں باہم بہت زیادہ متداخل ہیں، خبر اور انشاء کہ جن سے علم معانی میں بحث کی جاتی ہے، یہ دونوں ہی علم اصول فقہ کا غالب موضوع ہیں، وہ سب چیزیں جن سے اصولی بحث کرتا ہے جیسے امر کا وجوب، نہی کی تحریم، خبر کے احکام و مسائل، عموم و خصوص، مطلق و مقید، مجمل و مفصل، ترجیحات وغیرہ یہ سب چیزیں علم معانی کا بھی موضوع ہیں۔[19] علم اصول فقہ اور علم معانی کا اگرچہ باہمی تعلق بہت زیادہ ہے اور دونوں ایک دوسرے میں پیوست ہیں مگر علم معانی اصل میں ان قواعد کے مطالعے کا نام ہے جن کی رعایت کرنا متکلم کے لیے ضروری ہے تاکہ اس کا اسلوب بلیغ ہو جائے۔ جبکہ علم اصول فقہ کی توجہ اس بات کی طرف ہوتی ہے کہ متکلم کی کلام سے کیا مراد ہے؟ کون سا بلاغی اسلوب مراد ہے؟ کیا محض وہ خطاب ہی کے مضمون کو ہی مخاطب تک پہنچانا چاہتا ہے یا اس کے پیش نظر کوئی اور فائدہ ہے؟[20] رہی یہ بات کہ علم بلاغت میں کچھ اصولی قواعد کا جو تذکرہ ہمیں ملتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بلاغیین نے علم اصول فقہ میں خدمات سرانجام دی ہیں۔[21] یہی وجہ ہے کہ اہل بلاغت دلالت الفاظ کے فہم کے طریقوں کی پہچان میں

اصولیین سے رہنمائی لیتے نظر آتے ہیں کیونکہ متکلم کی مراد کو سمجھنا اہل بلاغت کا میدان، یہ میدان اصولیین کا ہے۔

استنباط احکام کے لیے عربی کی اہمیت

یہ بات ماقبل میں واضح ہوچکی کہ دین حنیف کے مصادر عربی زبان میں اتارے گئے ہیں۔ لہذا دین اسلام کی تفہیم کے لیے عربی زبان سیکھنا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابن تیمیہ عربی زبان سیکھنے کو عبادت کا درجہ دیتے ہیں، فرماتے ہیں: **إن نفس اللغة العربية من الدين، ومعرفتها فرض واجب، فإن فهم الكتاب والسنة فرض، ولا يفهم إلا بفهم اللغة العربية، وما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب.** [22] نفس عربی زبان ہی دین کا حصہ ہے، اس کی معرفت فرض ہے، کیوں کی کتاب وسنت کا فہم فرض ہے، عربی زبان سمجھے بغیر کتاب وسنت کا فہم حاصل نہیں کیا جاسکتا، جس چیز کے بغیر واجب مکمل نہ ہوتا ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے۔ عربی زبان دین اسلام کی زبان ہے، دین کا کوئی علم اس زبان سے خالی نہیں جب کہ مجتہد کے لئے اس کا سیکھنا اور زیادہ اہمیت کا حامل ہے کیونکہ دینی نصوص کو سمجھنا اور ان سے احکام کا استنباط کرنا عربی زبان کو جانے بغیر ممکن نہیں۔ یہ بات عیاں ہے کے علوم عربیت دیگر علوم کے لئے بمنزلہ آلہ کے ہے کیونکہ انہی کے ذریعہ دین اسلام سے متعلق علوم کی فہم ممکن ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ** [23] (ہم نے اسے عربی زبان کا قرآن بنایا ہے، تاکہ تم سمجھو۔) یہ آیت ثابت کر رہی ہے کہ قرآن کریم عربی میں ہے اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس کتاب کو سمجھنے کے لئے فکری اور عقلی جدوجہد کریں۔ چونکہ یہ کتاب الٰہی عربی میں ہے اس لئے اس کے فہم، اس کی تفسیر اور اس سے احکام کے استنباط کے لیے عربی زبان کی خاص معرفت درکار ہے۔ زمانہ قدیم سے ہی علمائے اسلاف قرآن کے لیے بالخصوص دینی فہم کے لیے بالعموم اس کے سیکھنے پر زور دیتے رہے ہیں امام زرکشی اس سلسلے میں امام مالک کا قول نقل کرتے ہیں: **لا أوتى برجل يفسر كتاب الله غير عالم بلغة العرب إلا جعلته نكالا.** [24] میرے پاس کسی ایسے آدمی کو لایا گیا کہ جو عربی زبان نہ جانتا ہو اور کتاب اللہ کی تفسیر کررہا ہو تو میں اسے عبرت ناک سزا دوں گا۔ امام مجاہد فرماتے ہیں: **لا يحل لأحد يؤمن بالله واليوم الآخر أن يتكلم في كتاب الله إذا لم يكن عالما بلغات العرب.** [25] جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ عرب کی زبانوں کو جانے بغیر کتاب اللہ میں گفتگو کرے۔ متقدمین میں ایک نام امام شافعی کا ہے، جنہوں نے عربی زبان اور فقہی اجتہاد و استنباط احکام کے درمیان تعلق بیان کیا ہے اور مجتہد کے لئے عربی زبان کی معرفت کو شرط قرار دیا ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے اپنی کتاب کے مسائل کی ابتدا اس مسئلے سے کہ " قرآن مجید عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے کسی دوسری زبان میں نہیں" اس لیے کی ہے کہ کتاب اللہ کے جملہ علوم کی تفصیل کا اس شخص کو علم حاصل نہیں ہو سکتا جو زبان عربی کی وسعت اور اس کے وجوہ کی کثرت لسانی، الفاظ کی جامعیت نیز ان کی انفرادیت وخصوصیت سے ناواقف ہو، چنانچہ جو شخص اس زبان کو حاصل کرتا ہے اس سے وہ تمام شبہات دور ہوجاتے ہیں جو اس زبان سے ناواقف شخص کو پیش آتے ہیں۔ [26] ایک دوسرے مقام پر امام شافعی فرماتے ہیں: کسی شخص کو اجازت نہیں کہ وہ قیاس کرے حتی کہ اپنے سے ماقبل کی سنن، سلف کے اقوال، علماء کے اجماع، ان کے

مختلف اقوال اور عربی زبان سے واقف ہو۔[27] پانچویں صدی ہجری میں ابن حزم ظاہری فقہی اجتہاد میں عربی زبان کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: فقیہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ نحوی اور لغوی ہو، بصورت دیگر وہ ناقص ہو گا اور الفاظ کے معانی سے ناواقفیت کی وجہ سے اس کے لیے جائز نہیں ہو گا کہ وہ فتوی دے۔[28] ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: فقیہ کے لیے لازمی ہے کہ عربی زبان سے واقف ہو تاکہ وہ اللہ اور رسول ﷺ کی مراد جان سکے، اسے نحو کا عالم ہونا چاہیے جو کہ کلام عرب کی ترتیب کا نام ہے جس کے ساتھ قرآن نازل ہوا ہے، اسی کے ذریعے کلام کے معانی کو سمجھا جاسکتا ہے کہ حرکات کے اختلاف اور الفاظ کی بنا کے اعتبار سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پس جو شخص لغت سے ناواقف ہے جو کہ مسمیات کے مقابل الفاظ کا نام ہے، اور نحو سے ناواقف ہو جو کہ معانی کے اختلاف کی وجہ سے واقع ہونے والی حرکات کے اختلاف کا علم ہے تو وہ اس زبان سے ناواقف ہے جس کے ذریعے اللہ نے اور ہمارے نبی ﷺ نے ہم سے کلام کیا ہے، جو شخص اس زبان کو نہیں جانتا اس کے لیے فتوی دینا جائز نہیں کیوں کہ ناواقفیت پر فتوی دے گا۔[29]

عربی زبان کی اہمیت کے حوالے سے یہ جذبات اور خیالات محض فقہاء اور اصولیین کے ہی نہیں ہیں بلکہ خود علمائے لغت بھی اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں، زمخشری کہتے ہیں: اسلامی علوم میں سے کوئی بھی علم فقہ، کلام، علم تفسیر واحادیث ایسا نہیں پاتے کہ جس میں عربیت کی طرف واضح احتیاج نہ ہو۔[30] ابن یعیش عربی کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اسی طرح اصول فقہ عربی کی معرفت پر منحصر ہے کیوں کہ کتاب وسنت کی معرفت کی اسی پہ بنیاد ہے، کتاب وسنت کو عربیت کی معرفت کے بغیر جانا نہیں جاسکتا، اسی وجہ سے اجتہاد کی صحت کے لیے عربی کی معرفت شرط ہے۔[31] پانچویں صدی ہجری کے ایک اور اصولی امام ابن سمعانی مجتہد کی شرائط ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (مجتہد کو) عربی زبان کا عالم ہونا چاہیے، لغت، اعراب، حقیقت ومجاز میں غلطی کا مقام، اوامر ونواہی، عموم وخصوص وغیرہ میں اہل عرب کے کلام کے معانی نے واقف ہونا چاہیے۔[32]

مجتہد وفقیہ کے لیے عربیت کی معرفت کی حد

اصولیین کے ہاں یہ بات اجماع کی حد تک ہے کہ شریعت میں اجتہاد کے لیے عربیت کی معرفت ضروری ہے اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے، کیوں کہ قرآن وسنت عربی میں ہیں اور عربی کی معرفت کے بغیر ان دونوں مصادر اصلیہ کی معرفت ممکن نہیں۔ چنانچہ اس بات میں تو فقہائے مجتہدین حتی کہ علمائے لغت بھی متفق ہیں کہ مجتہد کے لئے عربی زبان کی معرفت ضروری ہے، اس کے بغیر احکام کا استنباط کرنا ممکن نہیں۔ اس سلسلے میں مختلف فیہ مسئلہ یہ ہے کہ مجتہد کے لئے عربیت کی کتنی مقدار کا جاننا لازم ہے؟ اس سلسلے میں اصولیین وفقہاء کی آراء میں ظاہری طور پر فرق محسوس ہوتا ہے کہ اس معرفت کی حد کیا ہے؟ کیا مجتہد وفقیہ کو عربیت میں بھی مجتہد ہونا چاہیے یا محض اسماء والفاظ کی معرفت ہی کافی ہے؟ اصولیین کی عبارتوں سے ان دونوں انتہاؤں کا معنی اخذ کیا جاسکتا ہے۔ ذیل میں زمانی ترتیب پر چند اصولیین کی رائے درج کی جاتی ہے تاکہ فیصلہ کن رائے اخذ کی جاسکے:

امام جصاص کی رائے

امام جصاص تیسری صدی ہجری کے حنفی فقیہ اور اصولی ہیں۔ حنفی اصول فقہ کی تدوین میں آپ عظیم مرتبہ پر فائز ہیں۔ مجتہد اور فقیہ کے لیے عربیت اور علوم عربیت کا جاننا کس قدر ضروری ہے؟ اس سلسلے میں آپ فرماتے ہیں: اہل زبان اور غیر اہل زبان اس معرفت میں یکساں ہیں، اہل لغت کو جو امتیازی خصوصیت حاصل ہے وہ ان اسماء اور الفاظ کی معرفت کے اعتبار سے ہے جو اپنے مسمیات کے لیے موضوع ہیں کہ قائلین کہتے ہیں: اہل عرب نے یہ نام رکھے ہیں۔ باقی رہی بات مفاہیم اور دلالات کلام کی تو وہ ایسے نہیں کہ اہل لغت کے ساتھ ان کی معرفت خاص ہو اور ان کے علاوہ کو اس کی معرفت نہ ہو، کیوں کہ اس اعتبار سے تمام اہل زبان اپنی اپنی زبان اور ماحول کے اختلاف کے مطابق یکساں ہیں۔ یہ بات باقی زبانوں کو چھوڑ کر صرف عربی زبان کے ساتھ خاص نہیں جیسے کلام کی باقی تمام اقسام ہیں۔ اگر آپ الفاظ کو کسی خاص نظم اور ترتیب میں پروئیں پھر کسی دوسری زبان کے نظم اور ترتیب کے مطابق اس دوسری زبان میں منتقل کر دیں تو جیسا اس کے مفہوم و دلالت کو پہلی زبان والے سمجھ رہے تھے ویسا ہی دوسری زبان والے سمجھیں گے، جن کی زبان میں اسے نقل کیا گیا ہے، جب بات ایسی ہے تو کسی زبان کے باشندوں کو اس کی معرفت میں کوئی امتیازی شان حاصل نہیں کہ جو دوسری زبان والوں کو نہ ہو۔[33] امام جصاص کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عربیت کے علم مطلوب محض الفاظ کی معرفت ہے، جب کہ کلام کے اسالیب عقل سے معلوم کیے جاتے ہیں، لہذا کسی کلام سے مفہوم اخذ کرنا عقلی اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ لغوی اعتبار سے۔ مقالہ نگار اپنی بساط بھر کوشش کے بعد امام جصاص کی رائے کو کچھ یوں سمجھا ہے کہ ہر زبان کے باشندے صرف مسمیات کے اسماء والفاظ کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں، ایک زبان کے باشندے ایک معنی یا چیز کا نام دوسری زبان والوں سے مختلف ہوتے ہیں، بس یہی ان میں فرق اور امتیازی وصف ہوتا ہے، باقی رہی بات اسلوب، طرز نگارش اور معانی کی تاکید وغیرہ جیسے مفاہیم کی تو وہ سب زبانوں میں یکساں ہیں۔ اس سلسلے میں کسی بھی زبان کے باشندوں کو دوسری زبان والوں پر فوقیت حاصل نہیں۔ امام جصاص کی اس عبارت سے مقالہ نگار کو جو فہم حاصل ہوا اسے قلم بند کر دیا گیا ہے۔ بادیٔ النظر میں امام جصاص کی یہ بات ہمیں اصولیین بالعموم اور امام شافعی کی عبارات سے بالخصوص مختلف معلوم ہوتی ہے۔ امام شافعی نے "الرسالہ" میں اہل عرب کی زبان کو دیگر زبانوں پر فوقیت دی ہے، بایں معنی کہ عربی کے اسالیب وتراکیب اور ان میں مخفی تاکیدات غیر اہل عرب یا جو عربی سے واقف نہیں وہ نہیں سمجھ سکتے۔ فرماتے ہیں: بیان ایک ایسا اسم ہے جو ایسے چند معانی کو حاوی ہو جن کی اصل ایک اور فروع متعدد ہوں۔ یہ معانی جو کہ اصولی طور پر مجتمع اور فروعی طور پر شاخ در شاخ ہیں کم از کم ان مخاطبین کے لیے جن کی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے ایسے بیان کا درجہ رکھتے ہیں جو ان کے نزدیک ایک دوسرے سے تقریباً ہم آہنگ ہیں، گو ان میں سے بعض معانی بعض سے زیادہ تاکیدی ہیں، اور جو لوگ زبان عرب سے ناواقف ہیں ان کے نزدیک یہ معانی مختلف ہیں۔[34] امام شافعی مزید فرماتے ہیں: جو شخص عربی زبان کی وسعت اور اس کے وجوہ کی کثرت اور الفاظ کی جامعیت نیز ان کی انفرادیت و خصوصیت سے ناواقف ہے اسے کتاب اللہ کے جملہ علوم کی تفصیل کا علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ جو شخص اس زبان کو حاصل کرتا ہے اس سے وہ تمام شبہات دور ہو جاتے ہیں جو اس زبان سے ناواقف کو پیش آتے ہیں۔[35] امام شافعی کی ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ عربی زبان کی معرفت کے لیے محض

مسمیات کے اسماء والفاظ کی معرفت ہی کافی نہیں بلکہ کلام کے اسالیب، انداز بیان اور اس میں تاکیدات پیدا کرنے والے اوصاف کی معرفت بھی ضروری ہے۔ گویا اس سلسلے میں تمام اہل زبان یکساں نہیں بلکہ زبانیں ان خصوصیات کے اعتبار سے متفاوت ہیں۔ امام شافعی کی اس بات کو امام شاطبی نے مزید واضح کرتے ہوئے عربی زبان کی دو حیثیات کو واضح کیا ہے، فرماتے ہیں: پہلی جہت: مطلق الفاظ وعبارات جو مطلق معانی پر دلالت کرنے والے ہوں، یہ اصل دلالت ہے، اس جہت میں تمام زبانیں یکساں ہیں، زبان کے متکلمین کا مقصود یہی جہت ہوتی ہے، اور اس جہت میں کوئی قوم کسی دوسری کو چھوڑ کر خاص نہیں۔ دوسری جہت وہ مقید الفاظ اور عبارات ہیں کہ جو مخصوص معانی پر دلالت کرنے والے ہوں۔[36] امام شاطبی نے امام شافعی کی ہی بات کو مزید وضاحت سے بیان کیا ہے کہ عربیت کی دو جہتیں ہیں؛ ایک تو محض مسمیات کے اسماء والفاظ والی جہت ہے اور اس جہت میں تمام زبانیں یکساں ہیں جب کہ دوسری جہت وہ ہے جو صرف عربی زبان کے ساتھ خاص ہے، اور وہ جہت ہے جس میں الفاظ و تعبیرات کو مخصوص معانی سمیٹے ہوئے بیان کیا جاتا ہے اور اس جہت کے اعتبار سے عربی زبان دیگر زبانوں سے مختلف ہے، عربی کی خصوصیات دوسری زبانوں میں نہیں پائی جاتیں۔ اور نصوص دینیہ میں ان تمام باریکیوں کا مطالعہ ضروری ہے تاکہ مراد الٰہی کی باریکیوں کا ادراک ہو سکے۔

امام غزالی کی رائے

امام شافعی کے بعد اصول میں امام غزالی کا درجہ بیان کیا جاتا ہے، امام غزالی کے بعد کے مجتہدین نے کم وبیش حصہ ان کے علوم سے حاصل کیا ہے۔ امام غزالی نے مجتہد کی شرائط بیان کی ہیں اور اس سلسلے میں عربیت کی معرفت کی حد بندی ذکر کرتے ہوئے امام غزالی فرماتے ہیں: وہ مقدار جس کے ذریعے عرب کے کلام اور ان کی عادت استعمال کو سمجھا جا سکے یہ ہے کہ وہ صریح کلام، اس کے ظاہر، مجمل، حقیقت، مجاز، عام وخاص، محکم و متشابہ، مطلق و مقید، منصوص، مقصود اور مفہوم میں تمیز کر سکے۔[37] شیخ ابوزہرہ نے امام غزالی کی رائے کی وضاحت یوں کی ہے کہ احکام شرعیہ میں مجتہد کے مقام پر وہی فائز ہو سکتا ہے جو عربی زبان میں بھی مجتہد کے درجے پر ہو۔[38] البتہ امام غزالی نے یہ شرط نہیں لگائی کہ مجتہد ائمہ لغت مثلاً خلیل بن احمد کے درجے کو پہنچ جائے، وہ فرماتے ہیں: اس میں تخفیف یہ ہے کہ یہ شرط نہیں کہ وہ امام خلیل ومبرد کے درجے پر فائز ہو، اور مکمل زبان کا احاطہ کر لے اور نحو میں گہرائی حاصل کرے، بلکہ اتنی مقدار کافی ہے جو کتاب وسنت کی معرفت سے متعلق ہو اور جس کے ذریعے خطاب کے مواقع اور مقاصد کے حقائق کا ادراک کر سکے۔[39] امام غزالی کی ان عبارات سے ان کے ہاں مجتہد کے لیے عربیت کی معرفت کی شرط کا علم ہوتا ہے اگرچہ بہت باریک بینی کے ساتھ کوئی تحدید معلوم نہیں ہوتی کہ عربیت کی کتنی مقدار کافی ہے اور کون کون سے علوم کی معرفت ضروری ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں امام زرکشی کے کلام سے ایک گونہ تحدید کا عنصر ملتا ہے، فرماتے ہیں: مجتہد عربی زبان اور ان کے خطاب کے موضوع کو لغت، نحو اور صرف کے اعتبار سے سمجھتا ہو۔ اسے اتنی مقدار جاننی چاہیے کہ جس سے وہ اہل عرب کے کلام اور استعمال میں ان کی عادت کو اس حد تک سمجھ لے کہ وہ کلام کے صریح اور ظاہر، مجمل و مبین، عام وخاص اور حقیقت و مجاز میں فرق کر سکے۔ استاذ ابو اسحاق کہتے ہیں کہ اس کے لیے کافی ہے کہ وہ زبان کے عمومی استعمال کو جان لے، علمی تبحر کی شرط نہیں۔

اور نحو میں سے اتنی مقدار کا جاننا ضروری ہے کہ جس سے ظاہری کلام کی پہچان کر سکے جیسے فاعل، مفعول، خافض، رافع اور جمع، عطف، خطاب، کنایات، وصل وفصل میں معانی کے اتفاق وغیرہ۔ نحو کے دقیق مسائل کا جاننا لازم نہیں۔ ابن حزم کتاب التقریب میں کہتے ہیں: ابو القاسم زجاجی کی کتاب الجمل کی معرفت کافی ہے اور مختلف عوامل کے داخل ہونے کے سبب معانی کے اختلاف کی وجہ سے اسماء وافعال کے ساتھ جو خاص ہے ان میں فرق کرے... عربیت کے ساتھ علم صرف بھی ملحق ہے، کیوں کہ کلمات کی بناوٹ کی معرفت اور ان کے مابین فرق اسی پر منحصر ہے جیسے مجمل کے باب میں لفظ "مختار" وغیرہ اسم فاعل اور مفعول ہونے کی حیثیت سے۔[40]

امام شاطبی کی رائے

امام غزالی کی رائے سے زیادہ کڑی شرائط والی رائے امام شاطبی کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجتہد کے لئے عربیت میں ائمہ لغت کے مرتبے کو پہنچنا ضروری ہے، وہ لکھتے ہیں: ضروری ہے کہ عربیت میں عربیت کے ائمہ خلیل، سیبویہ، اخفش، جرمی اور مازنی وغیرہ کے درجے کو پہنچے۔[41] بظاہر امام شاطبی کی رائے امام غزالی اور دیگر فقہائے اصولیین کی رائے سے معارض معلوم ہوتی ہے، لیکن امام شاطبی اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ درحقیقت ان کی رائے امام غزالی اور دیگر کی رائے سے متصادم نہیں ہے۔ آپ نے امام غزالی کی رائے کو نقل کیا ہے: **والتخفيف فيه أنه لا يشترط أن يبلغ درجة الخليل والمبرد وأن يعرف جميع اللغة ويتعمق في النحو.** [42] اور اس پر یوں گفتگو فرمائی ہے: یہ بات بھی درست ہے۔ جو لزوم کی نفی ہے اس میں وہ شرط میں مقصود نہیں، بلکہ مقصود یہ ہے کہ اسے اتنی معرفت ہو کہ وہ عربی شخص کے بالمقابل آجائے، اور عربی ہونے کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ مکمل زبان جانتا ہو اور دقیق تعبیرات استعمال کر سکتا ہو، شریعت کے مجتہد کو عربی زبان میں مجتہد کے درجے پر فائز شخص جیسا ہونا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ یہ سمجھیں کہ عربی کے مجتہد کے لیے خلیل وسیبویہ کے درجے کو پہنچنا شرط نہیں تو وہ پھر عربیت میں تقلید محض پر چل رہا ہو گا۔[43] امام شاطبی کی اس رائے اور اس سلسلے کی دیگر آراء کا مصداق یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک مجتہد اور فقیہ کا عربی سے جتنا تعلق گہرا ہوتا جاتا ہے اس کا ملکہ استنباط اس قدر بڑھتا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں: اگر ہم عربیت دانی میں مبتدی کا تصور کریں تو وہ فہم شریعت میں بھی مبتدی ہو گا، یا عربی دانی میں متوسط فہم شریعت میں متوسط ہو گا، اور متوسط نہائی درجہ کو نہیں پہنچ سکتا، پس اگر عربیت میں انتہا کو پہنچے گا تو شریعت میں بھی اسی درجے کا ہو گا۔ اس شخص کا شرعی فہم اسی طرح حجت ہو گا جس طرح صحابہ اور دیگر فصحاء کا فہم حجت ہے۔ جو ان کے درجے کو نہیں پہنچتا اس کے فہم شریعت میں اسی قدر نقص ہے۔ اور جس کا فہم ناقص ہو گا وہ قابل استدلال نہیں ہو گا اور نہ ہی اس کا قول مقبول ہو گا۔ اس لیے ضروری ہے کہ عربیت میں عربیت کے ائمہ خلیل، سیبویہ، اخفش، جرمی اور مازنی وغیرہ کے درجے کو پہنچے۔[44] امام شاطبی نے اپنی بحث میں امام شافعی کی رائے کی بھی تائید کی ہے۔ امام شافعی نے مجتہد کے لیے عربی جاننے کی شرط لگائی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ شرط اس وجہ سے ہے کہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے اور قرآن کے اسالیب عربی زبان کے اسالیب ہیں، وہ فرماتے ہیں: اور کلام میں ان وجوہ کا وجود جن کے متعلق میں نے کہا ہے کہ جو لوگ زبان کے عالم ہیں ان کے نزدیک اجتماعی طرز پر بھی پایا جاتا ہے اگرچہ معرفت کے اسباب مختلف ہوتے ہیں، جو حضرات زبان کے

عالم ہیں ان کے نزدیک یہ بات معروف اور واضح ہے البتہ ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لیے جو زبان کے عالم نہیں یہ بات ناپسندیدہ ہے۔اسی عربی زبان میں کتاب اللہ نازل ہوئی اور اسی زبان میں سنت منظر عام پر آئی،لہذا اس زبان کے مکمل عالم ہونے کا دعوی اس شخص کے دعوی کی طرح ہے جو زبان کے بعض حصے سے جاہل ہو۔اور اگر ایک ایسا شخص جو جاہل ہے اور کلام کی معرفت پر پوری قدرت نہیں رکھتا اگر کبھی درست معنی کی طرف پہنچ بھی گیا تو اس کی یہ موافقت اس کی جہالت کی وجہ سے قابل تعریف نہیں ہو سکتی، واللہ اعلم؛ اور اپنی غلطی پر معذور نہیں سمجھا جائے گا کیوں کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ ایسی بات کے بارے میں ہے جس غلط اور درست کی اسے مکمل سمجھ نہیں۔[45] امام شاطبی امام شافعی کے اس قول کی وضاحت یوں فرماتے ہیں: یہ ان کا ارشاد ہے، اور یہ ایسا حق ہے جس سے فرار ممکن نہیں اور اصول فقہ میں اکثر جو مباحث ہیں وہ عربی مطالب ہیں جن کا مجتہد سے جواب مطلوب ہے، اس کے علاوہ جو مقدمات ہیں ان میں تقلید کافی ہے، جیسے تصور اور تصدیق کے اعتبار سے کلام کے احکام مثلاً نسخ کے احکام اور حدیث وغیرہ کے احکام۔[46] امام شاطبی کی یہ بات جمہور متقدمین اصولیین خاص طور پر امام غزالی کی رائے سے مختلف ہے، کیوں کہ ان حضرات نے ائمہ عربیت جیسے خلیل، سیبویہ وغیرہ کے ہم پلہ ہونے کی شرط کی نفی کی ہے، جب کہ امام شاطبی کے ہاں یہ شرط ہے کی عربیت میں ائمہ لغت کے برابر ہو۔اپنی ایک اور تصنیف میں امام شاطبی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جب یہ بات ثابت ہو گئی تو شریعت میں غور کرنے والے اور شریعت کے اصول و فروع میں کلام کرنے والے پر دو باتیں لازم ہیں: ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ان امور میں بات نہ کرے جب تک کہ وہ عربی نہ ہو یا عربی دانی میں عربی جیسا ہو یا عربی دانی میں اہل عرب کے درجے کو یا متقدمین ائمہ عربیت جیسے خلیل، سیبویہ، کسائی اور فراء وغیرہ ان حضرات اور ان جیسے دیگر حضرات کے درجے کو پہنچا ہوا ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسے ان کی طرح کلام عرب ازبر ہو یا ان کی طرح کلام عرب کو جمع کرنے والا ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ اس کا فہم مکمل طور پر عربی ہو۔[47] ائمہ متقدمین کے ہاں مجتہد کے لیے عربیت دانی کی شرط کے حوالے سے مختلف آراء کو درج بالا سطور میں پیش کیا گیا ہے۔امام جصاص سے لے کر امام شاطبی، امام ابن حزم اور امام ابن تیمیہ تک مختلف مدارج ملتے ہیں۔اس بات میں کوئی شک نہیں کہ نفس عربیت نصوص شرعیہ کے سمجھنے میں انتہائی اہم ہے اور اس میں دو رائے نہیں۔اور جیسے جیسے عربیت کا ملکہ راسخ ہو تا جائے گا اسی قدر علوم شریعت کی تفہیم میں اضافہ ہو تا چلا جائے گا۔یہی بات ماسبق میں امام شاطبی کے حوالے سے نقل کی گئی ہے کہ عربیت دانی میں جو مبتدی ہے وہ فہم شریعت میں بھی مبتدی ہے اور جو عربیت میں متوسط وہ فہم شریعت میں بھی متوسط اور جو عربیت میں انتہا کو پہنچ جائے گا اس کا فہم شریعت بھی اسی قدر بڑھ جائے گا۔

خلاصۂ بحث

بندوں سے اللہ تعالی کے خطاب یعنی قرآن و حدیث کی زبان عربی ہے۔اس آسمانی ہدایت تک رسائی اس زبان کی معرفت کے بنا ممکن نہیں۔اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ زبان کو کماحقہ سمجھنے کے لیے سرسری زبان دانی کفایت نہیں کرتی، اس لیے کم از کم مجتہد و فقیہ کے لیے عربیت میں ید طولیٰ رکھنا از حد ضروری ٹھہرا۔جس علم نے فقہی ملکہ پیدا کر کے مجتہد و فقیہ پیدا کرنے ہیں اس کا نام علم اصول فقہ ٹھہرا، یوں علم اصول فقہ اور علوم عربیت

میں جو گہرا رشتہ قائم ہوا وہ کسی اور علم کے حصے میں نہ آسکا۔ اصولیین نے عربیت کے بنیادی سرچشمے تک رسائی یقیناً ماہرین لسانیات کے ذریعے ہی حاصل کی ہو گی لیکن خطاب الٰہی کے دقائق واسرار جاننے کی تڑپ نے انہیں عربیت کے ایسے اسرار ورموز تک پہنچادیا کہ خود ماہرین لسانیات بھی انگشت بدنداں رہ گئے۔

اس حقیقت سے فرار ممکن نہیں کہ اصول فقہ نے عربیت کے تمام ہی علوم سے فیض حاصل کیا لیکن یہ بات بھی ایک حقیقت ہے کہ اس علم نے علوم عربیت کو ایک حظ وافر بھی عطا کیا۔ اصولیین کی یہ مساعی نہ ہوتیں تو علوم عربیت ان اسرار ورموز سے شاید ناآشنا رہتے۔ یوں اصولی اور عربی دانی میں ایک ایسا رشتہ پروان چڑھ گیا کہ عربیت میں جس قدر گہرائی ہوتی جائے گی اصول فقہ کا ملکہ اسی قدر پختہ ہوتا جائے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

[1] ابو المعالی عبد الملک بن عبد اللہ الجوینی، **البرهان فی اصول الفقه** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1997ء)، 43:1

Abū Al Ma'ālī 'Abd Al Malik ibn 'Abd Allāh Al Juwaynī, *Al Burhān fī Uṣūl Al Fiqh* (Bayrūt: Dār Al Kutub Al 'Ilmīyah, 1997), 43:1

[2] ابو القاسم محمود بن عمر والزمخشری، **المفصل فی صنعۃ الاعراب** (بیروت: مکتبہ الھلال، 1993ء)، 18

Abū Al Qāsim Maḥmūd ibn 'Amr Az Zamakhsharī, *Al Mufaṣṣal fī San'at Al I'rāb* (Bayrūt: Maktabat Al Hilāl, 1993), 18

[3] ابو عبد اللہ محمد بن علی المازری، **ایضاح المحصول من برهان الاصول** (دمشق: دار الغرب الاسلامی، س-ن)، 147

Abū 'Abd Allāh Muḥammad ibn 'Alī Al Māzarī, Īḍāḥ *Al Maḥṣūl min Burhān Al Uṣūl* (Dimashq: Dār Al Gharb Al Islāmī,n.d.), 147

[4] المازری، **ایضاح المحصول من برهان الاصول**، ص158

Al Māzarī, *Īḍāḥ Al Maḥṣūl min Burhān Al Uṣūl*, 158

[5] المازری، **ایضاح المحصول من برهان الاصول**، ص159

Al Māzarī, *Īḍāḥ Al Maḥṣūl min Burhān Al Uṣūl*, 159

[6] ابو حامد محمد بن محمد الغزالی، **المستصفی** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1993ء)، 9

Abū Ḥāmid Muḥammad ibn Muḥammad Al Ghazālī, *Al Mustaṣfá* (Bayrūt: Dār Al Kutub Al 'Ilmīyah,1993),9

[7] علی بن عبد الکافی وتاج الدین عبد الوهاب بن علی السبکی، **الابهاج فی شرح المنهاج** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1995ء)، 16:2

'Alī ibn 'Abd Al Kāfī wa Tāj Ad Dīn 'Abd Al Wahhāb ibn 'Alī As Subkī, *Al Ibhāj fī Sharḥ Al Minhāj* (Bayrūt: Dār Al Kutub Al 'Ilmīyah,1995), 16:2

[8] الجوینی، **البرهان فی اصول الفقه**، 130:1

Al Juwaynī, *Al Burhān fī Uṣūl Al Fiqh*, 130:1

[9] السبکی، **عروس الافراح فی شرح تلخیص المفتاح** (بیروت: مکتبۃ العصریہ للطباعۃ والنشر، 2003ء)، 469:1

As Subkī, *'Urūs Al Afrāḥ fī Sharḥ Talkhīṣ Al Miftāḥ* (Bayrūt: Maktabah Al 'Aṣrīyah lil-Ṭibā'ah wa An Nashr, 2003), 469:1

[10] يحیی بن حمزہ بن علی علوی الطالبی، **الطراز لاسرار البلاغۃ وعلوم حقائق الاعجاز** (بیروت: المکتبۃ العنصریہ، 1423ھ)، 156:3

Yaḥyá ibn Ḥamzah ibn 'Alī 'Alawī At Ṯālibī, *At Ṯirāz li Asrār Al Balāghah wa 'Ulūm Ḥaqā'iq Al I'jāz* (Bayrūt: Al Maktabah Al 'Unṣurīyah, 1423 A.H.),156:3

[11] السبکی، **الابھاج فی شرح المنھاج**، 15:2

As Subkī, *Al Ibhāj fī Sharḥ Al Minhāj*, 15:2

[12] طاشکبریٰ زادہ عصام الدین، **مفتاح السعادۃ ومصباح السیادۃ فی موضوعات العلوم** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1985ء)، 138:1

Ṭāshkbrá Zādah 'Iṣām Ad Dīn, *Miftāḥ As Sa'ādah wa Miṣbāḥ As Siyādah fī Mawḍū'āt Al 'Ulūm* (Bayrūt: Dār Al Kutub Al 'Ilmīyah,1995), 138:1

[13] ابو بکر عبد القاہر الجرجانی، **دلائل الاعجاز فی علم المعانی** (بیروت: مکتبۃ العصریہ، س-ن)، ص28

Abū Bakr 'Abd Al Qāhir Al Jurjānī, *Dalā'il Al i'jāz fī 'Ilm Al Ma'ānī* (Bayrūt: Maktabat Al 'Aṣrīyah, n.d.), 28

[14] مصطفی جمال الدین، **البحث النحوی عند الاصولیین** (قم: دار الھجرۃ، س-ن)، 297

Muṣṭafá Jamāl Ad Dīn, *Al Baḥth An Naḥwī 'inda Al Uṣūlīyīn* (Qum: Dār Al Hijrah, n.d.), 297

[15] ابو المظفر منصور بن محمد السمعانی، **قواطع الادلۃ** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1999ء)، 4:5

Abū Al Muẓaffar Manṣūr ibn Muḥammad As Sam'ānī, *Qawāṭi' Al Adillah* (Bayrūt: Dār Al Kutub Al 'Ilmīyah,1999), 4:5

[16] احمد بن محمد حملاوی، **شذا العرف فی فن الصرف** (ریاض: مکتبۃ الرشد، 1422ھ)، ص5

Aḥmad ibn Muḥammad Ḥamalāwī, *Shadhā Al 'Urf fī Fann As Ṣarf* (Riyāḍ: Maktabat Ar Rushd, 1422 A.H.), 5

[17] جلال الدین محمد بن عبد الرحمن القزوینی، **تلخیص المفتاح** (بیروت: دار الفکر العربی، س-ن)، 37

Jalāl Ad Dīn Muḥammad ibn 'Abd Ar Raḥmān Al Qazwīnī, *Talkhīṣ Al Miftāḥ* (Bayrūt: Dār Al Fikr Al 'Arabī, n.d.), 37

[18] قیس اسماعیل اوسی، **اسالیب الطلب عند النحویین والبلاغیین** (بغداد: جامعہ بغداد، س-ن)، 73

Qays Ismā'īl Awsī, *Asālīb At Ṭalab 'inda An Naḥwīyīn wa Al Balāghīyīn* (Baghdād: Jāmi'ah Baghdād, n.d.), 73

[19] السبکی، **عروس الافراح فی شرح تلخیص المفتاح**، 48:1

As Subkī, *'Urūs Al Afrāḥ fī Sharḥ Talkhīṣ Al Miftāḥ*, 48:1

[20] مصطفی جمال الدین، **البحث النحوی عند الاصولیین**، 10-11

Muṣṭafá Jamāl Ad Dīn, *Al Baḥth An Naḥwī 'inda Al Uṣūlīyīn*, 10-11

[21] اوسی، **اسالیب الطلب عند النحویین والبلاغیین**، 84

Awsī, *Asālīb At Ṭalab 'inda An Naḥwīyīn wa Al Balāghīyīn*, 84

[22] احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ، **اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفۃ اصحاب الجحیم** (بیروت: دار عالم الکتب، 1999ء)، 527:1

Aḥmad ibn 'Abd Al Ḥalīm Ibn Taymīyah, *Iqtiḍā' As Ṣirāṭ Al Mustaqīm li Mukhālafat Aṣḥāb Al Jaḥīm* (Bayrūt: Dār 'Ālam Al Kutub, 1999), 527:1

[23] الزخرف: 3

Az Zukhruf: 3

[24] ابو عبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ بن بہادر الزرکشی، **البرهان فی علوم القرآن** (بیروت: دار المعرفۃ، 1957ء)، 292:1

Abū 'Abd Allāh Badr Ad Dīn Muḥammad ibn 'Abd Allāh ibn Bahādur Az Zarkashī, *Al Burhān fī 'Ulūm Al Qur'ān* (Bayrūt: Dār Al Ma'rifah, 1957), 292:1

[25] الزرکشی، **البرهان فی علوم القرآن**، 292:1

Az Zarkashī, *Al Burhān fī 'Ulūm Al Qur'ān*, 292:1

[26] ابو عبد اللہ محمد بن ادریس الشافعی، **الرسالۃ**، (مصر: مکتبۃ الحلبی، 1940ء)، 47:1

Abū 'Abd Allāh Muḥammad ibn Idrīs Ash Shāfi'ī, *Ar Risālah* (Miṣr: Maktabat Al Ḥalabī, 1940), 47:1

[27] الشافعی، **الرسالۃ**، 509:1

Ash Shāfi'ī, *Ar Risālah*, 509:1

[28] علی بن احمد بن سعید ابن حزم، **الاحکام فی اصول الاحکام** (قاہرہ: دار الحدیث، 1404ھ)، 51:1

'Alī ibn Aḥmad ibn Sa'īd Ibn Ḥazm, *Al Iḥkām fī Uṣūl Al Aḥkām* (Cairo: Dār Al Ḥadīth, 1404 A.H.), 51:1

[29] ابن حزم، **الاحکام فی اصول الاحکام**، 117:5

Ibn Ḥazm, *Al Iḥkām fī Uṣūl Al Aḥkām*, 117:5

[30] الزمخشری، **المفصل فی صنعۃ الاعراب**، ص18

Az Zamakhsharī, *Al Mufaṣṣal fī San'at Al I'rāb*, 18

[31] ابن یعیش، **شرح المفصل** (مصر: ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، س-ن)، 11:1

Ibn Ya'īsh, *Sharḥ Al Mufaṣṣal* (Miṣr: Idārah At Ṭibā'ah Al Munīrīyah, n.d.), 11:1

[32] السمعانی، **قواطع الادلۃ**، 303:2

As Sam'ānī, *Qawāṭi' Al Adillah*, 303:2

[33] ابو بکر احمد بن علی الجصاص، **الفصول فی الاصول** (کویت: وزارۃ الاوقاف الکویتیہ، 1994ء)، 1:307-308

Abū Bakr Aḥmad ibn 'Alī Al Jaṣṣāṣ, *Al Fuṣūl fī Al Uṣūl* (Kuwayt: Wizārah Al Awqāf Al Kuwaytīyah, 1994), 307-308:1

[34] الشافعی، **الرسالہ**، 21:1

Ash Shāfi'ī, *Ar Risālah*, 21:1

[35] الشافعی، **الرسالہ**، 47:1

Ash Shāfi'ī, *Ar Risālah*, 47:1

[36] ابراہیم بن موسی الشاطبی، **الموافقات** (مصر: دار ابن عفان، 1997ء)، 105:2

Ibrāhīm ibn Mūsá As Shāṭibī, *Al Muwāfaqāt* (Miṣr: Dār Ibn ‘Affān, 1997), 105:2

[37] الغزالی، **المستصفی**، ص344

Al Ghazālī, *Al Mustaṣfá*, 344

[38] محمد ابوزھرہ، **اصول الفقہ** (مصر: دار الفکر العربی، س-ن)، 280

Muḥammad Abū Zuhrah, *Uṣūl Al Fiqh* (Miṣr: Dār Al Fikr Al ‘Arabī. n.d.), 280

[39] الغزالی، **المستصفی**، ص344

Al Ghazālī, *Al Mustaṣfá*, 344

[40] ابوعبداللہ بدر الدین محمد بن عبداللہ بن بہادر الزرکشی، **البحر المحیط فی اصول الفقہ** (عمان: دار الکتبی، 1994ء)8:235

Abū ‘Abd Allāh Badr Ad Dīn Muḥammad ibn ‘Abd Allāh ibn Bahādur Az Zarkashī, *Al Baḥr Al Muḥīṭ fī Uṣūl Al Fiqh* (‘Ammān: Dār Al Kutubī, 1994), 235:8

[41] الشاطبی، **الموافقات**، 53:5

Ash Shāṭibī, *Al Muwāfaqāt*, 53:5

[42] الغزالی، **المستصفی**، ص344

Al Ghazālī, *Al Mustaṣfá*, 344

[43] الشاطبی، **الموافقات**، 55-56:5

Ash Shāṭibī, *Al Muwāfaqāt*, 55-56:5

[44] الشاطبی، **الموافقات**، 53:5

Ash Shāṭibī, *Al Muwāfaqāt*, 53:5

[45] الشافعی، **الرسالۃ**، 50:1

Ash Shāfi‘ī, *Ar Risālah*, 50:1

[46] الشاطبی، **الموافقات**، 57:5

Ash Shāṭibī, *Al Muwāfaqāt*, 57:5

[47] ابراہیم بن موسی الشاطبی، **الاعتصام** (مصر: المکتبۃ التجاریۃ الکبری، س-ن)، 257:3

Ibrāhīm ibn Mūsá As Shāṭibī, *Al I‘tiṣām* (Miṣr: Al Maktabah At Tijārīyah Al Kubrá, n.d.), 257:3

مصادر و مراجع

- ابراہیم بن موسی الشاطبی، **الاعتصام** (مصر: المکتبۃ التجاریۃ الکبری، س-ن)
- Ibrāhīm ibn Mūsá As Shāṭibī, *Al I‘tiṣām* (Miṣr: Al Maktabah At Tijārīyah Al Kubrá, n.d.)
- ابراہیم بن موسی الشاطبی، **الموافقات** (مصر: دار ابن عفان، 1997ء)

- Ibrāhīm ibn Mūsá Ash Shāṭibī, *Al Muwāfaqāt* (Miṣr: Dār Ibn 'Affān, 1997)
- ابن یعیش، **شرح المفصل** (مصر: ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، س-ن)
- Ibn Ya'īsh, *Sharḥ Al Mufaṣṣal* (Miṣr: Idārah At Ṭibā'ah Al Munīrīyah, n.d.)
- ابو القاسم محمود بن عمرو الزمخشری، **المفصل فی صنعۃ الاعراب** (بیروت: مکتبہ الھلال، 1993ء)
- 18Abū Al Qāsim Maḥmūd ibn 'Amr Az Zamakhsharī, *Al Mufaṣṣal fī San'at Al I'rāb* (Bayrūt: Maktabat Al Hilāl, 1993)
- ابو المظفر منصور بن محمد السمعانی، **قواطع الادلۃ** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1999ء)
- Abū Al Muẓaffar Manṣūr ibn Muḥammad As Sam'ānī, *Qawāṭi' Al Adillah* (Bayrūt: Dār Al Kutub Al 'Ilmīyah,1999)
- ابو المعالی عبد الملک بن عبد اللہ الجوینی، **البرھان فی اصول الفقہ** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1997ء)
- Abū Al Ma'ālī 'Abd Al Malik ibn 'Abd Allāh Al Juwaynī, *Al Burhān fī Uṣūl Al Fiqh* (Bayrūt: Dār Al Kutub Al 'Ilmīyah, 1997)
- ابو بکر احمد بن علی الجصاص، **الفصول فی الاصول** (کویت: وزارۃ الاوقاف الکویتیہ، 1994ء)
- 308Abū Bakr Aḥmad ibn 'Alī Al Jaṣṣāṣ, *Al Fuṣūl fī Al Uṣūl* (Kuwayt: Wizārah Al Awqāf Al Kuwaytīyah, 1994)
- ابو بکر عبد القاھر الجرجانی، **دلائل الاعجاز فی علم المعانی** (بیروت: مکتبۃ العصریہ، س-ن)
- 28Abū Bakr 'Abd Al Qāhir Al Jurjānī, *Dalā'il Al i'jāz fī 'Ilm Al Ma'ānī* (Bayrūt: Maktabat Al 'Aṣrīyah, n.d.)
- ابو حامد محمد بن محمد الغزالی، **المستصفی** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1993ء)
- Abū Ḥāmid Muḥammad ibn Muḥammad Al Ghazālī, *Al Mustaṣfá* (Bayrūt: Dār Al Kutub Al 'Ilmīyah,1993)
- ابو عبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ بن بہادر الزرکشی، **البحر المحیط فی اصول الفقہ** (عمان: دار الکتبی، 1994ء)
- Abū 'Abd Allāh Badr Ad Dīn Muḥammad ibn 'Abd Allāh ibn Bahādur Az Zarkashī, *Al Baḥr Al Muḥīṭ fī Uṣūl Al Fiqh* ('Ammān: Dār Al Kutubī, 1994)
- ابو عبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ بن بہادر الزرکشی، **البرھان فی علوم القرآن** (بیروت: دار المعرفۃ، 1957ء)
- Abū 'Abd Allāh Badr Ad Dīn Muḥammad ibn 'Abd Allāh ibn Bahādur Az Zarkashī, *Al Burhān fī 'Ulūm Al Qur'ān* (Bayrūt: Dār Al Ma'rifah, 1957)
- ابو عبد اللہ محمد بن ادریس الشافعی، **الرسالۃ**، (مصر: مکتبۃ الحلبی، 1940ء)
- Abū 'Abd Allāh Muḥammad ibn Idrīs Ash Shāfi'ī, *Ar Risālah* (Miṣr: Maktabat Al Ḥalabī, 1940)
- ابو عبد اللہ محمد بن علی المازری، **ایضاح المحصول من برھان الاصول** (دمشق: دار الغرب الاسلامی، س-ن)

- Abū ‘Abd Allāh Muḥammad ibn ‘Alī Al Māzarī, *Īḍāḥ Al Maḥṣūl min Burhān Al Uṣūl* (Dimashq: Dār Al Gharb Al Islāmī,n.d.)
- احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ، **اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفۃ اصحاب الجحیم** (بیروت: دار عالم الکتب، 1999ء)
- Aḥmad ibn ‘Abd Al Ḥalīm Ibn Taymīyah, *Iqtiḍā’ As Ṣirāṭ Al Mustaqīm li Mukhālafat Aṣḥāb Al Jaḥīm* (Bayrūt: Dār ‘Ālam Al Kutub, 1999)
- احمد بن محمد حملاوی، **شذا العرف فی فن الصرف** (ریاض: مکتبۃ الرشد، 1422ھ)
- Aḥmad ibn Muḥammad Ḥamalāwī, *Shadhā Al ‘Urf fī Fann As Ṣarf* (Riyāḍ: Maktabat Ar Rushd, 1422 A.H.)
- جلال الدین محمد بن عبد الرحمن القزوینی، **تلخیص المفتاح** (بیروت: دار الفکر العربی، س-ن)
- Jalāl Ad Dīn Muḥammad ibn ‘Abd Ar Raḥmān Al Qazwīnī, *Talkhīṣ Al Miftāḥ* (Bayrūt: Dār Al Fikr Al ‘Arabī, n.d.)
- السبکی، **عروس الافراح فی شرح تلخیص المفتاح** (بیروت: مکتبۃ العصریہ للطباعۃ والنشر، 2003ء)
- As Subkī, *‘Urūs Al Afrāḥ fī Sharḥ Talkhīṣ Al Miftāḥ* (Bayrūt: Maktabah Al ‘Aṣrīyah lil-Ṭibā‘ah wa An Nashr, 2003)
- طاشکبریٰ زادہ عصام الدین، **مفتاح السعادۃ ومصباح السیادۃ فی موضوعات العلوم** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1985ء)
- Ṭāshkbrá Zādah ‘Iṣām Ad Dīn, *Miftāḥ As Sa‘ādah wa Miṣbāḥ As Siyādah fī Mawḍū‘āt Al ‘Ulūm* (Bayrūt: Dār Al Kutub Al ‘Ilmīyah,1995)
- علی بن احمد بن سعید ابن حزم، **الاحکام فی اصول الاحکام** (قاہرہ: دار الحدیث، 1404ھ)
- ‘Alī ibn Aḥmad ibn Sa‘īd Ibn Ḥazm, *Al Iḥkām fī Uṣūl Al Aḥkām* (Cairo: Dār Al Ḥadīth, 1404 A.H.)
- علی بن عبد الکافی وتاج الدین عبد الوھاب بن علی السبکی، **الابھاج فی شرح المنھاج** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1995ء)
- ‘Alī ibn ‘Abd Al Kāfī wa Tāj Ad Dīn ‘Abd Al Wahhāb ibn ‘Alī As Subkī, *Al Ibhāj fī Sharḥ Al Minhāj* (Bayrūt: Dār Al Kutub Al ‘Ilmīyah,1995)
- قیس اسماعیل اوسی، **اسالیب الطلب عند النحویین والبلاغیین** (بغداد: جامعہ بغداد، س-ن)
- Qays Ismā‘īl Awsī, *Asālīb At Ṭalab ‘inda An Naḥwīyīn wa Al Balāghīyīn* (Baghdād: Jāmi‘ah Baghdād, n.d.)
- محمد ابو زھرہ، **اصول الفقہ** (مصر: دار الفکر العربی، س-ن)
- Muḥammad Abū Zuhrah, *Uṣūl Al Fiqh* (Miṣr: Dār Al Fikr Al ‘Arabī. n.d.)
- مصطفی جمال الدین، **البحث النحوی عند الاصولیین** (قم: دار الھجرۃ، س-ن)
- Muṣṭafá Jamāl Ad Dīn, *Al Baḥth An Naḥwī ‘inda Al Uṣūlīyīn* (Qum: Dār Al Hijrah, n.d.)
- یحیی بن حمزہ بن علی علوی الطالبی، **الطراز لاسرار البلاغۃ وعلوم حقائق الاعجاز** (بیروت: المکتبۃ العنصریہ، 1423ھ)
- Yaḥyá ibn Ḥamzah ibn ‘Alī ‘Alawī At Ṭālibī, *At Ṭirāz li Asrār Al Balāghah wa ‘Ulūm Ḥaqā’iq Al I‘jāz* (Bayrūt: Al Maktabah Al ‘Unṣurīyah, 1423 A.H.)